ہمیں زندہ رہنے اور زندہ کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے خدا کی عظمت اور جلال ہمارے سروں پر سایہ فگن ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸؍ستمبر ۱۹۷۲ء بمقام سعید ہاؤس۔کاکول۔ایبٹ آباد)

تشہّد وتعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:-

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ۗ وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥١﴾ (البقرۃ: ۱۵۱)

قُلْ هُوَ الرَّحْمَٰنُ آمَنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۖ (الملک: ۳۰)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ہم اِس صداقت پر پہنچتے ہیں (جسے قرآن کریم نے وضاحت سے بیان کیا ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے اس یونیورس، اس عالمین کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ انسان اس سے خدمت لے اور اس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام طاقتیں بھی بخشی ہیں جن کی بدولت وہ اس کی مخلوق سے ہر قسم کی خدمت لینے کا اہل ہے۔

قرآن کریم نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ ہر چیز کی فطرت میں یہ بات رکھ دی گئی ہے کہ وہ انسان سے اثر قبول کرے اور اس کی خدمت بجالائے۔ چنانچہ تم جانوروں مثلاً کتے کو سکھاتے ہو اور اس سے اپنی خدمت لیتے ہو۔ پس انسان کو دوسروں کے سکھانے اور معلم بننے کی ایک

ایسی طاقت دی گئی ہے کہ وہ نہ صرف دوسرے انسان کو علم دیتا ہے اور سکھاتا ہے بلکہ کتوں کو بھی سکھا سکتا ہے۔ کتّا اس کے کہنے کے مطابق کام کرتا ہے مثلاً ایک سدھایا ہوا کتا جسے انگریزی میں ''گن ڈاگ'' کہتے ہیں۔ وہ شکاری کے ساتھ جاتا ہے تو شکار پر دانت نہیں مارتا بلکہ اسے اپنے نرم ہونٹوں سے پکڑ کر اپنے مالک کے پاس لے آتا ہے۔ ظاہر ہے انسان اُسے یہ علم سکھاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں یہ رکھا ہے کہ وہ انسان سے اثر قبول کرے، اس سے علم سیکھے اور اس کے کہنے کے مطابق کام کرے۔

اسی طرح انسان بے جان مادی اشیاء سے بھی خدمت لیتا ہے۔ مثلاً انسان نے ہیرے سے اپنی خدمت لی۔ عورت نے اسے اپنی زینت بنا لیا۔ مرد نے اسے پٹرول کے کنوئیں کھودنے کے لئے استعمال کیا۔ بور کرنیوالی مشینوں کے آگے ہیرے لگے ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کے سرے ''ڈائمنڈ ہیڈز'' کہلاتے ہیں۔ ورنہ یہ لوہا تو پتھر نہیں کاٹ سکتا۔

بہرحال عورت نے اس سے اپنے رنگ میں خدمت لی اور مرد نے اپنے رنگ میں۔ اسی طرح ہزاروں خدمتیں ہیں جو انسان ہیرے اور دوسری مادی اشیاء سے لیتا ہے۔ اب مادی اشیاء سے ہزاروں خدمتیں لینے کی قوت اور طاقت انسان کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے یعنی ایک طرف اس عالمین کو پیدا کیا جس سے اس دنیا میں انسان کی ہر ضرورت پوری ہوتی ہے۔ (البتہ وہ ضرورت پوری نہیں ہوتی جو انسان خود اپنی حماقت سے ضرورت سمجھ لیتا ہے) اس سے وہ ضرورت مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی یعنی کسی چیز کی احتیاج کے پورا ہونے کے سامان پیدا کئے تو دوسری طرف انسان کو قوت و طاقت اور عقل و تمیز بھی عطا فرمائی تا کہ وہ اس دنیا کی چیزوں سے کام لے۔

پھر انسان جب مادی اشیاء سے کام لیتا ہے تو بسا اوقات وہ شیطان کے دھوکے میں آ جاتا ہے مثلاً ایک شخص ہے جسے تجارت کا بڑا ڈھنگ آتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں یہ رکھا ہے کہ وہ جس چیز کو ہاتھ میں لیتا ہے اسے سونا بنا دیتا ہے۔ چنانچہ وہ تجارت کرتا ہے اور اس کے ذریعہ وہ بڑا نفع کماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل و فراست اور تاجرانہ ذہنیت عطا فرمائی ہے جس کی بدولت وہ دولت جمع کر لیتا ہے تو پھر اس کے پاس شیطان آ جاتا ہے اور

اسے کہتا ہے کہ تو نے جو دولت کمائی ہے یہ تو محض تیری عقل اور سمجھ کا نتیجہ ہے، اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے ضائع نہ کرنا۔ گویا شیطان اسے بخل سے کام لینے کی ترغیب دیتا ہے۔ ایسے موقع پر اگر وہ مومن بندہ ہے اور سمجھ دار ہے تو وہ شیطان کو دھتکار دے گا کیونکہ خدا کی یہ آواز اس کے کان میں پڑتی ہے کہ یہ اللہ کا مال ہے۔ اللہ کی دی ہوئی طاقتوں سے میں نے کمایا ہے۔ یہ مالِ حلال اس کی ہدایت کے مطابق خرچ ہوگا اور اس میں کوئی کمی بھی نہیں آئے گی کیونکہ یہ عالمین بھی اسی طرح موجود ہے۔ انسانی قوتیں اور طاقتیں بھی اسی طرح موجود ہیں جس طرح پہلے تھیں اور اللہ تعالیٰ بھی موجود ہے۔ اس کی رحمانیت کے جلووں میں کوئی فرق نہیں پڑا انسانی کوششیں ناکام ہوسکتی ہیں مگر خدائے رحمان کے جلوؤں میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ چنانچہ خدائے رحمان اپنے بندہ سے کہتا ہے کہ اگر تم میرے بن جاؤ تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ میں تمہیں ناکام نہیں ہونے دوں گا۔ میں تمہیں ہر دکھ سے بچاؤں گا اور ہر نعمت عطا کروں گا مگر شرط یہ ہے کہ تم میرے بندے بن جاؤ اور میری ہدایت پر کاربند ہو جاؤ۔ لیکن شیطان بھی تاک میں ہوتا ہے وہ اس کے کان میں ڈالتا ہے کہ تم نے ایک دفعہ دولت کمالی۔ تمہارا داؤ لگ گیا ممکن ہے یہ دولت پھر تمہارے ہاتھ میں نہ آئے اس لئے تم اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ اسی طرح مثلاً ایک سیاست دان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سیاسی شعور عطا فرمایا ہے۔ اس کے اندر قیادت کا خداداد جوہر ہے جس کی بدولت وہ سیاسی میدان میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس کی اس کامیابی کا انحصار اس عالمین کے کچھ حصوں پر ہے مثلاً وہ کاغذ اور سیاہی کو، لاؤڈ سپیکر کو اور انسانوں پر اثر ڈال کر ان کے اجتماعوں کو استعمال کرتا ہے اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ مگر جس وقت وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور ملک کے کسی ایک حصے کا حاکم بن جاتا ہے اس چیز کو استعمال کر کے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی اور ان قوتوں اور صلاحیتوں کے ذریعہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کو بطور انعام کے عطا فرمائی تھیں تو پھر شیطان کہتا ہے کہ اب تمہیں اقتدار مل گیا ہے اس لئے اگر تمہیں اقتدار قائم رکھنے کے لئے بے انصافی کرنی پڑے تو کرو۔ غرض دولت ہو یا سیاست ہو ہر دو صورتوں میں شیطان انسان کے دل میں خوف پیدا کر دیتا ہے۔ بخل دراصل دولت کے ضائع ہونے کا خوف ہے جو شیطان پیدا کرتا ہے اس شخص

کے دل میں جس نے خدا کی پیداوار سے خداداد طاقتوں کے ذریعہ مال حاصل کیا ہوتا ہے اور اسی طرح سیاستدان، سیاسی اقتدار اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں اور سامانوں کے نتیجہ میں حاصل کرتا ہے۔ مگر شیطان آ کر اسے کہتا ہے پتہ نہیں پھر تمہیں اقتدار ملے یا نہ ملے، اگر تم نے بے انصافی نہ کی تو شاید تم سے اقتدار چھن جائے اس لئے اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے خوب ناانصافیاں کرو۔ چنانچہ شیطان اس کے دل و دماغ پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ اسے یہ حقیقت یاد نہیں رہتی کہ خدا رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہ خالق اور مالک یوم الدین ہے۔ اَلْحُكْمُ لِلّٰهِ کی رو سے اس دنیا میں حکومت اسی کی ہے اور فیصلہ اسی کا لاگو اور چالو ہے۔ وہ پہلے کی طرح اب بھی موجود ہے اور اس کی طاقتیں اس دنیا میں کارفرما ہیں۔ اس لئے کسی کے دل میں یہ شیطانی وسوسہ کہ دولت چلی گئی تو پھر پتہ نہیں ملے یا نہ ملے۔ انصاف کیا تو کہیں اقتدار نہ جاتا رہے۔ اسی قسم کے اور بھی بہت سے خوف ہیں جو شیطان انسان کے دل میں پیدا کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت کے اس ٹکڑے میں جس کی میں نے ابتداء میں تلاوت کی تھی فرمایا ہے:-

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ یعنی تم ان شیطانی وساوس یا شیطان صفت لوگوں سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۖ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ (اٰل عمران: ۱۷۶)

یعنی شیطان اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے۔ جو لوگ شیطان کے دوست بن جاتے ہیں اور خدا کے دوست نہیں رہتے ان کے دل میں شیطان خوف پیدا کرتا ہے کہتا ہے دیکھو! دولت چلی گئی تو پھر پتہ نہیں تمہیں ملے یا نہ ملے اور وہ بیوقوف یہ نہیں سمجھتا کہ پہلے جو دولت آئی تھی وہ شیطان نے تو نہیں دی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس دولت کو پیدا کیا۔ اور ان طاقتوں کو بھی پیدا کیا جن کی بدولت اسے وہ دولت ملی۔ اس کا اپنا تو کچھ نہیں۔

اسی طرح جو شخص صاحب اقتدار بن جاتا ہے سیاسی میدان میں کامیابی حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ کہتا ہے اگر میں انصاف کروں تو شاید میرا اقتدار جاتا رہے کیونکہ صاحب اقتدار لوگوں

سے بے انصافی کے تقاضے بھی کئے جاتے ہیں۔ ان سے ظلم کے تقاضے بھی کئے جاتے ہیں۔ آخر شیطان کو قیامت تک جو مہلت دی گئی ہے تو اس کا یہی مطلب تھا کہ شیطان کو قیامت تک دوست ملتے رہیں گے جن کو وہ ڈراتا اور خوف دلاتا رہے گا۔ چنانچہ مطالبہ ہوتا ہے کہ فلاں حصہ ملک پر یا فلاں جماعت پر یا فلاں گروہ پر ظلم کرو ورنہ ایجی ٹیشن ہوگی، ورنہ اقتدار تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

پس شیطان اپنے دوستوں کو اس قسم کی باتوں سے ڈراتا رہتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ہمیں یہ ہدایت دیتا ہے کہ فَلَا تَخْشَوْهُمْ ۔شیطان کے دوست الٰہی احکام کے خلاف الٰہی شریعت کے خلاف اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے خلاف لوگوں کو مختلف حیلوں بہانوں سے ڈراتے ہیں مگر تم نے ان سے نہیں ڈرنا۔ ایک ہی چیز ہے ایک ہی وجود ہے اور ایک ہی ہستی ہے جس کے خوف سے انسان کے دل میں خشیت پیدا ہونی چاہئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي شیطان کے دوستوں سے مت ڈرو صرف مجھ سے ڈرو اور میری خشیت اختیار کرو۔

میں نے اس وقت دنیا کی نعمتوں کے ضیاع کے خوف کا حصہ زیادہ نمایاں کیا ہے ورنہ یہ چیز ہر قسم کے خوف کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ تاہم نعمتوں کے ضیاع کے خوف کی طرف میری توجہ لِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ کے نتیجہ میں پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں نے اِس عالمین کو پیدا کیا اور اس قابل بنایا کہ وہ تمہاری خدمت کر سکے۔ تم اُسے مسخر کر سکو۔ تسخیر کائنات کے لئے تمہیں ہر قسم کی طاقتیں دیں۔ اِس کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ ان ستاروں سے لے کر جن کی روشنی ابھی تک زمین تک نہیں پہنچی زمین کے ذرّوں تک کو تمہاری خدمت پر لگا دیا کہ تم اُن پر حکومت کرو اور اُن سے فائدہ اُٹھاؤ۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو بڑی طاقتیں اور صلاحیتیں عطا کی گئی ہیں جن کی بدولت انسان دولت اور اقتدار کا مالک بنتا ہے۔ مگر شیطان اُسے یہ کہتا ہے کہ تجھے دولت ملی ہے اس کو سمیٹنے اور جمع کرنے کی فکر کرو۔ خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو کیونکہ خدا کی یہ مخلوق اور یہ عالمین اور تیری طاقتیں تیرا ساتھ چھوڑ دیں گی تو پھر کیا کرو گے؟ آج دولت ملی ہے کل نہیں ملے گی۔ مگر

خدا تعالیٰ فرماتا ہے جس طرح میں نے آج دولت دی ہے کل بھی دوں گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ تم نے شیطانی خوف دل میں نہیں رکھنا بلکہ صرف مجھ سے ڈرنا ہے اور صرف میری خشیت کو اپنے دل پر وارد کرنا ہے۔ خشیت کے معنی دراصل ایسے خوف کے ہوتے ہیں کہ جس ہستی سے خوف کھایا جائے اس کی عظمت اور جبروت کا دل پر اثر ہو۔ چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی عظمت اور جلال کی دہشت، اس کی عظیم قدرتوں کا احساس اور اس کے حاکم کل ہونے کا یقین ہے جو انسان کو خشیت اللہ پر مجبور کر دیتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم اپنے دل میں شیطانی وساوس پیدا نہیں ہونے دو گے، میری عطا کردہ دولت اور اقتدار یا مَیں نے جو دوسری چیزیں (مثلاً) صلاحیتوں کے رنگ میں یا عقل کے رنگ میں یا اخلاق کے رنگ میں عطا ہیں اُن کو میرے قرب کا ذریعہ بناؤ گے تو میں تم پر اور زیادہ انعام کروں گا اب مثلاً جہاں تک اخلاق حسنہ کا تعلق ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ودیعت کردہ ہیں۔ ورنہ انسان کی کیا طاقت تھی کہ وہ خدا کے فضل کے بغیر اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کر سکتا۔ آپ دیکھ لیں وہ قومیں جنہوں نے اسلام کی طرف توجہ نہیں دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا ہے اُن کے ظاہری طور پر اخلاق اچھے ہوں تو ہوں ورنہ حقیقتاً وہ لوگ بااخلاق نہیں ہوتے۔ مثلاً جب انگریز یہاں کے حاکم ہوا کرتے تھے تو وہ بظاہر بڑے دیانتدار بنتے تھے اور وہ اس بات پر بڑا فخر کرتے تھے کہ دیکھو مسلمان اور ہندو کے آپس میں جھگڑے ہوتے ہیں یہ خود اپنے فیصلے نہیں کر سکتے۔ ہم ان کے درمیان انصاف اور دیانت داری کے ساتھ فیصلے کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ محض ایک دکھاوا تھا یہ دیانت داری ظاہری دیانت داری تھی۔ حقیقی دیانت داری نہیں تھی۔ کیونکہ انگریزوں کی تاریخ ہمیں بلا استثناء یہ بتاتی ہے کہ جب بھی انصاف اور ان کے ذاتی یا قومی مفاد کا ٹکراؤ ہوا، اُنہوں نے انصاف کو چھوڑ دیا اور ذاتی اور قومی مفاد کو ترجیح دی۔ چنانچہ وہ برصغیر میں ہمیں لوٹ بھی رہے تھے اور ہم WHITEMAN'S BURDEN (وائٹ مینز برڈن) بھی تھے یعنی ہم بے رنگ قوموں کا بوجھ بھی تھے۔ مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ جب میں آکسفورڈ میں پڑھا کرتا تھا تو ایک دفعہ میرے چند انگریز دوست میرے پاس آ کر کہنے لگے کہ چلو سیر کو چلیں۔ اتوار کا دن تھا۔ ہم ایک باغ

میں چلے گئے۔ان میں سے ایک کے پاس کیمرہ تھا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں ان سے سبق آموز مذاق کروں۔ چنانچہ میں نے کہا میں ایک پوز (شکل) بناتا ہوں تم اس کی تصویر لو۔ان کو یہ بات سمجھ نہ آئی کہ اس سے میرا کیا منشاء ہے۔خیر وہ کہنے لگے ہاں ٹھیک ہے میں نے ان میں سے ایک کو کہا کہ وہ میری پیٹھ پر سوار ہو جائے اور میں کچھ نوٹ اپنی جیب میں رکھتا ہوں۔شکل یہ بناؤ کہ تم مجھ پر سوار بھی ہو اور میری جیب سے نوٹ بھی نکالنے لگے ہو۔ہم اس تصویر کے نیچے لکھیں گے WHITEMAN'S BURDEN یعنی تم ہماری پیٹھ پر سوار بھی ہو اور ہمیں لوٹ بھی رہے ہو۔ پھر بھی دُنیا میں یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہو کہ ہم تمہارے لئے ایک بوجھ ہیں۔

غرض حقیقی اخلاق سوائے اللہ تعالیٰ کی منشاء اور ہدایت اور شریعت کے پیدا ہو ہی نہیں سکتے۔کیونکہ حقیقی خلق جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت سے بیان فرمایا ہے اس بات کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو قوتیں عطا فرمائی ہیں اُن کا صحیح مصرف ہو۔ یہ مصرف اللہ تعالیٰ ہی نے اسلام کے ذریعہ سکھایا ہے۔اس لئے جن لوگوں کو صحیح مصرف کا علم ہی نہیں وہ اپنے اندر حقیقی اخلاق پیدا ہی نہیں کر سکتے یہ ناممکن ہے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ شیطان کے دوست ہیں شیطان انہیں خوف دلاتا رہتا ہے۔مثلاً وہ خوف دلاتا ہے کہ تمہاری دولت نہیں رہے گی۔ وہ خوف دلاتا ہے کہ تمہارا اقتدار نہیں رہے گا۔ چنانچہ شیطان جس قسم کا بھی خوف دلاتا ہے اس کا مقصد اور مطلوب یہ ہوتا ہے کہ انسان نیکیوں سے محروم ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم شیطان کی آواز سنو گے تو نیک نہیں بنو گے۔تم ان عظیم نعمتوں کو حاصل نہیں کر سکو گے۔جن کو میں نے اس دُنیا میں تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔لیکن اگر تم شیطان کے دوست نہیں بنو گے اس کے خوف دلانے سے اثر قبول نہیں کرو گے۔ بلکہ اللہ سے خوف کھاؤ گے اس کی عظمت اور جلال کا احساس اور اس کی صفات حسنہ کی معرفت رکھو گے اور یہ یقین رکھو گے کہ یہ کائنات یہ عالمین ہمیشہ تمہارے خادم رہیں گے۔اور یہ کہ تمہارے اندر وہ قوتیں موجود ہیں جن کے ذریعہ تم ان سے خدمت لے سکتے ہو تو پھر میں (اللہ) تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری اس خشیت (کہ کہیں اللہ ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔کہیں ہم اس کی رحمتوں سے محروم نہ ہو جائیں) اس خوف کے نتیجہ میں

لِأُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ میں تم پر اتمامِ نعمت کروں گا۔ چنانچہ قرآن کریم کے الفاظ میں اتمامِ نعمت کی حسین شکل یہ ہے

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:۴)

اس آیہ کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ اتمامِ نعمت یعنی کامل شریعت تمہیں مل چکی ہے اگر تم اس کامل ہدایت پر عمل کرو گے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے عاجزانہ راہوں کو اختیار کرو گے اپنی زندگی کو اسلامی تعلیم کے رنگ میں رنگین کرلو گے تو اس دُنیا میں بھی اور اُخروی زندگی میں بھی تم پر اتمامِ نعمت ہو جائے گا تمہیں حسنات دُنیا بھی اپنے کمال میں ملیں گی اور حسنات اُخروی بھی کامل رنگ میں ملیں گی۔

اب اگر ہمیں یہ حسنات نہیں ملتیں تو اس میں ہمارا اپنا قصور ہے ہم نے خدا تعالیٰ کی بجائے بنی اسرائیل کا خوف اپنے دل میں بٹھا لیا یا خدا تعالیٰ کی بجائے روس کا خوف اپنے دل میں پیدا کرلیا یا ہم خدا تعالیٰ کی بجائے امریکہ سے ڈرنے لگے اور یہ نہ سوچا هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا یہ خدائے رحمان ہی ہے جس نے ہماری پیدائش سے قبل ہمارے لئے ان گنت نعمتیں پیدا کیں۔ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہستی نہیں ہے جو عمل سے پہلے انعام دے رہی ہو۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کو نہیں مانتے انہیں اللہ تعالیٰ کی صفات کی پرچھائیاں اور سائے سے نظر آئیں تو آئیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے کامل جلوے اسی انسان پر نازل ہوتے ہیں جو اس کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔

انگریزوں میں سے مالدار اور دولت مند لینڈ لارڈز اور کارخانے دار لوگوں کو جب یہ نظر آیا کہ ان کے اپنے ملک میں عوام کی گرفت ان پر سخت ہو رہی ہے تو وہ نو آبادیات کی طرف نکل آئے اور اُنہوں نے لوگوں پر یہی ظاہر کیا کہ رحمٰن کی صفت کا جلوہ دکھا رہے ہیں۔ یعنی وہ ان کے اندر عدل وانصاف قائم کرنے۔ ان کے تعلیم کے نظام کو بہتر بنانے اور یہ کرنے اور وہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ وہ اُٹھتے بیٹھے لوگوں سے یہ کہتے تھے کہ ہم بیچارے تو تمہاری خدمت کے لئے تمہارے ملکوں میں پہنچے ہیں اور تم خواہ مخواہ ہم سے ناراض ہوتے ہو۔ ہم تو

تمہارے خادم ہیں۔

گذشتہ سے پیوستہ سال جب میں افریقہ گیا تو نائیجیریا کے سربراہ یعقوبو گوون سے میری ملاقات تھی۔ اس سے پہلے میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ میں نے ایک دو دن میں جو جائزہ لیا ہے اور مشاہدہ کیا ہے میرا یہ تاثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہر نعمت عطا فرمائی تھی مگر تم ہر نعمت سے محروم کر دیئے گئے ہو۔ وہ سمجھتے تھے کہ میرا عیسائی مشنوں کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ اگلے روز جب یعقوبو گوون سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے کہا میرا یہ تأثر ہے جس کا میں نے اپنے دوستوں سے اظہار بھی کیا ہے کہ

YOU HAD ALL BUT YOU WERE DEPRIVED OF ALL

اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہر چیز عطا فرمائی تھی مگر تم ہر چیز سے محروم کر دیئے گئے ہو۔ میں نے جب یہ فقرہ کہا تو اس نے بے ساختہ کہا

HOW TRUE YOU ARE! HOW TRUE YOU ARE! HOW TRUE YOU ARE!!!

پس کہنے کو تو بغیر کسی عمل کے نائیجیریا پر احسان دھرنے لگے تھے نائیجیریا نے انگریز پر کوئی احسان تو نہیں کیا تھا کہ وہ وہاں پہنچا تھا بقول خود ان کی خدمت کرنے کے لئے ان کا یہ عمل رحمان کی صفت سے ملتا جلتا ہے کیونکہ صفتِ رحمٰن کا مطلب یہ ہے کہ کسی عامل کے عمل کے بغیر اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے۔ مثلاً اس نے ہماری پیدائش سے بھی پہلے ہمارے لئے ہزارہا چیزیں پیدا کر دیں۔ انگریزوں کا اہل افریقہ سے سلوک گو بظاہر اس سے ملتا جلتا ہے۔ لیکن حقیقتاً اس کے برعکس ہے انگریز ان کو ایکسپلائٹ کرنے کے لئے گئے تھے۔

میں اپنی تقریروں میں اپنے افریقن دوستوں سے کہتا تھا کہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جب پادریوں کی فوج تمہارے ملک میں داخل ہوئی تو اعلان اُنہوں نے یہی کیا تھا کہ وہ ’’خداوند یسوع مسیح‘‘ کی محبت کا پیغام لے کر آئے ہیں لیکن ان پادریوں کی صفوں کے پیچھے ان کی جو فوجیں داخل ہوئیں اُن کی توپوں سے پھول نہیں جھڑتے تھے بلکہ گولے برسے تھے اور اُنہوں نے جو تمہارا حال کیا وہ تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو مجھے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ہم (جماعت احمدیہ کے مبلغین بعض ملکوں میں) پچاس سال سے کام

کر رہے ہیں اور تم جانتے ہو۔ تم بھی گواہ ہو اور تمہاری حکومتیں بھی گواہ ہیں۔ ہم تمہاری ایکسپلائٹیشن کے لئے نہیں آئے ہم تمہیں لوٹنے کے لئے نہیں آئے۔ ہم تمہاری خدمت کرنے کے لئے آئے ہیں ہم ایک پیسہ تمہارے ملکوں میں باہر لے کر نہیں گئے اور لاکھوں روپے باہر سے لاکر تمہارے ملکوں میں خرچ کر دیئے ہیں۔

چنانچہ اس بے لوث خدمت کا ان کے عوام کو بھی پتہ ہے اور ان کی حکومت کو بھی علم ہے۔ اس واسطے ہمارے ساتھ ان کا سلوک برادرانہ ہے۔ وہاں اکثر ملکوں میں کئی انقلاب آئے یکے بعد دیگرے حکومتیں بدلتی رہیں۔ کبھی فوجی حکومت آئی۔ کبھی سول حکومت آئی لیکن ہر حکومت ہمارے ساتھ بڑی عزت و احترام سے پیش آتی رہی۔ تاہم جہاں کہیں بھی تعصب برتا جاتا ہے اس کی ذمہ دار عیسائیت ہے کیونکہ عیسائیت کے ساتھ ہماری روحانی جنگ ہو رہی ہے اور یہ انشاء اللہ جاری رہے گی ہم اس کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے جہاں کہیں عیسائی پادریوں کا داؤ لگتا ہے وہ ہماری مخالفت میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔

غرض میں بتا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ کسی اور کی خشیت تمہارے دل میں پیدا نہیں ہونی چاہئے۔ تمہارے دل میں خشیت صرف اللہ تعالیٰ کی پیدا ہو۔ دیکھو! تم اسلامی تعلیم اور اسلامی ہدایت کے نتیجہ میں تھوڑی یا بہت معرفت حاصل کر چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا اور رب رحمان ہے اگر تم اپنی عقل سے کام لو تو تم اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ دُنیا میں اور کوئی ہستی نہیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہے جس کی عظمت اور جلال کا تقاضا ہے کہ انسان کا دل اس کے خوف سے لرزاں و ترساں رہے۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں اللہ تعالیٰ کی ایسی بے شمار نعمتیں ہیں جو ہمارے عمل کے وقت سے پہلے پیدا کی گئیں۔ ہر آدمی کے عمل کا ایک وقت ہے۔ بنی نوع انسان کی پیدائش کے بعد عمل کے وقت سے غیر معین زمانہ پہلے سے وہ نعمتیں عطا کی گئیں اور ان کی تدریجی نشوونما کا سلسلہ اس دُنیا میں جاری ہے مثلاً بعض ایسے ستارے ہیں جن کی روشنی زمین پر پچھلے سو سال میں پہنچی ہے۔ اس سے پہلے نہیں تھی۔ یا چودہ سو سال پہلے نہیں تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں آ گئی۔ کثرت شہب میں شاید اسی طرف اشارہ ہے۔ دوسرے ستاروں کی

روشنیاں بھی کثرت سے زمین پر پڑ رہی ہیں۔ غرض سورج چاند اور ستاروں کی روشنی زمین پر پڑتی ہے اور زمین کی خدمت کی طاقت کو زیادہ کر دیتی ہے اسی طرح انسان کی بھی تدریجی ترقی جاری ہے۔ وہ جسمانی طور پر بھی اور عقلی طور پر بھی اور روحانی طور پر بھی ترقی کرتا چلا جا رہا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کی غذا میں بھی ایک تدریجی ارتقاء کا اصول کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اس اللہ پر ایمان لائے ہو جو رحمان ہے اور اگر رحمان خدا پر تم نے توکل نہیں کرنا تو پھر کیا اس پر توکل کرنا ہے جس کے اندر خدائے رحمان والی کوئی اور طاقت بھی نہیں ہے۔ یعنی جب کوئی شخص عمل کرتا ہے تو اس کی صحیح اور مناسب اور پوری جزا دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ نہ شیطان اور نہ اس کے چیلے اور یہی آجکل کے سارے فسادات کی جڑ ہے یعنی جو حقدار ہے اُسے اس کا حق نہیں مل رہا۔ بہر حال یہ ایک علیٰحدہ مضمون ہے جس کے بعض حصے میں پہلے کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں۔

پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑی حسین تعلیم دی ہے۔ ہم احمدیوں کو بھی یہ تعلیم بھولنی نہیں چاہیئے۔ ہمارے دل میں سوائے اللہ کے کسی اور کی خشیت نہیں پیدا ہونی چاہیئے کیونکہ ہم تو اللہ کے دوست ہیں۔ یہ تو شیطان کے دوست ہیں جن کے دل میں غیر اللہ کی خشیت پیدا ہوتی ہے۔ شیطان خود سرکش اور اپنے دوستوں کو خدا سے دور لے جانے والا ہے۔ جو شخص خدا سے دور لے جانے والے کا دوست ہوگا اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر کسی کے دل میں غیر اللہ کی خشیت پیدا ہوگی تو ہم اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہوں گے کہ شیطان کے ساتھ اس نے دوستی لگا لی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ جب کسی کے دل میں غیر اللہ کی خشیت پیدا ہوتی ہے تو یہ علامت ہوتی ہے شیطان کی دوستی کی۔ ہمیں ہر حال میں اس تعلیم پر عمل پیرا رہنا چاہیئے جس کے متعلق قرآن کریم نے بار بار زور دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (ابراھیم:۱۳)

بھروسہ کرنے والوں کو تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

پھر فرمایا:- وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (المجادلة:۱۱)

اور چاہیئے کہ مومن صرف اللہ پر توکل کریں۔

غرض مومن بندوں کو سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کسی اور پر توکل نہیں کرنا چاہئے غیر اللہ پر نہیں کیونکہ یہ صرف خدائے رحمان ہی ہے جس پر توکل کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ تمام صفات حسنہ کا مالک ہے۔ اُس نے اپنی صفات حسنہ سے متصف ہونے اور ان کا مظہر بننے کی طاقت انسان کے اندر ودیعت کر رکھی ہے۔ یہ اب انسان کا کام ہے کہ وہ خداداد طاقتوں اور صلاحیتوں کو زیادہ سے زیادہ بروئے کار لائے تا کہ وہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن سکے۔ اس کے اندر الٰہی صفات کا رنگ جلوہ گر ہو۔

قرآن کریم نے اس مسئلہ پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی ہے۔ مختصراً یہ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بنے گا وہ نیکی کی توفیق پائے گا۔ جو شخص نیک بننے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی کمزوری کی پردہ پوشی بھی کرتا ہے اس کے گناہ معاف بھی کر دیتا ہے۔ وہ خود اپنے فضل سے اس کے لئے نیکی کے سامان بھی پیدا کر دیتا ہے۔ وہ اس کی عقل میں ترقی بھی عطا کرتا ہے۔ مال و دولت میں فراخی بھی بخشتا ہے اور جب مال و دولت جمع ہو جائے تو پھر اسے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق بھی عطا فرماتا ہے وہ الٰہی صفات کی معرفت حاصل کرنے کے سامان بھی پیدا کرتا ہے۔ وہ انسان کو نور عطا کرتا ہے اور نور کے اتمام کے سامان پیدا کرتا ہے۔ اسی لئے فرمایا لِأُتِمَّ نِعْمَتِي میں تم پر اپنی نعمتوں کو پورا کروں گا۔

جو شخص خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے وہ ایک جگہ کھڑا تو نہیں رہتا۔ اس کا ہر روز پہلے روز سے زیادہ شاندار اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو زیادہ حاصل کرنے والا اور اس کے پیار کو زیادہ پانے والا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا اور اس کی صفات کی معرفت میں دن بدن ترقی کرتا ہے۔ وہ نور جو خدا تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ اس نور میں روز بروز زیادہ شدت پیدا ہوتی ہے۔ ویسے نور اور نور میں بھی فرق ہے۔ ایک نور ہے سرسوں کے تیل سے جلنے والے دیئے کا۔ اس کی بھی ایک روشنی ہے اور ایک روشنی ہے سورج کی۔ ظاہر ہے ان کے درمیان بہت فرق ہے۔ جس طرح دیئے اور سورج کی روشنی میں بہت فرق ہے۔ اسی طرح سورج کی روشنی اور اللہ تعالیٰ کے نور میں بے اندازہ فرق ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نور کی اصل حقیقت کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایک نہ ختم ہونے والی

ترقی اور حرکت ہے جو انسان کو خدا کے قرب کی طرف لے جا رہی ہے۔ یہ ایک نہ ختم ہونے والی حرکت ہے یہ تو ابدی زندگی میں بھی ختم نہیں ہوگی۔ کیونکہ خدا کے بندے اور خدا کے درمیان لامحدود فاصلہ ہے۔

جہاں تک ہماری جماعت کا تعلق ہے اس کی تاریخ میں مختلف مراحل میں مختلف حالات پیدا ہوتے رہے ہیں کبھی ہمارا مخالف بڑے زوروں پر ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے بس آج نہیں تو کل جماعت احمدیہ کو مٹا دیا جائے گا۔ کبھی مخالف کے مکر اور تدبیر میں کمزوری نظر آتی ہے۔ کبھی جماعت کے اندر دنیا کو نسبتاً کمزوری نظر آتی ہے۔ کبھی نسبتاً زیادہ طاقت نظر آتی ہے۔ جس وقت ہمارے اندر نسبتاً کمزوری ہوتی ہے اس وقت بھی ہمیں کوئی خوف نہیں ہوتا کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ جماعت ناکام نہیں ہوگی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی تحدّی کے ساتھ فرمایا ہے:۔ قرآن کریم نے بھی مومنوں کو یہ بشارت دی تھی:۔

اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (آل عمران:۱۴۰)

اگر تم مومن ہو تو پھر تم ہی غالب رہو گے۔

حقیقت یہی ہے کہ جنگ کا آخری نتیجہ ہی فیصلہ کن ہوتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی جھڑپوں سے فیصلے نہیں ہوا کرتے۔ اسلام کی اس نشأۃ ثانیہ میں دُشمنان اسلام سے مقابلے پر بالآخر مسلمانوں ہی نے کامیاب ہونا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے جماعت احمدیہ کے ذریعہ انشاء اللہ پوری ہوگی۔

جیسا کہ الٰہی سلسلوں میں پہلے بھی کچھ لوگ کمزوری دکھاتے تھے اب اس وقت بھی بعض لوگ کمزوری دکھاتے ہیں تاہم اللہ تعالیٰ سہارا دیتا ہے وہ اُن سے اکثر کو بچا لیتا ہے۔ جس وقت دشمن بڑے زوروں پر ہوتا ہے۔ اس وقت لوگ دو قسم کی کمزوریاں دکھاتے ہیں (یا اگر منافقوں کو بھی شمار کر لیا جائے تو تین قسم کے لوگ کمزوریاں دکھاتے ہیں لیکن میں اس وقت منافقوں کو شمار نہیں کرتا) ایک تو یہ کمزوری کہ وہ ارتداد اختیار کر لیتے ہیں۔ دوسری یہ کمزوری کہ بعض لوگ زبانی طور پر صداقت کا انکار کرتے ہیں لیکن دل میں پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ صداقت یہی ہے اور اسلام کا اصل چہرہ وہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

دکھایا ہے۔ لیکن جسمانی اور روحانی کمزوری کے نتیجہ میں وہ اظہار حقیقت میں کمزوری دکھاتے ہیں جس کی کمزور انسان کو کسی حد تک اجازت بھی دی گئی ہے۔ یہ فی الواقعہ کمزوری تو ہے لیکن حالات کی مجبوری کے نتیجہ میں نہ قرآن کریم اور نہ قرآن کریم کے خدا نے ایسے لوگوں کو برا بھلا کہا ہے اس لئے ہم بھی ایسے لوگوں کو بُرا نہیں کہتے البتہ کمزور ایمان ضرور کہتے ہیں۔

ان کے برعکس جو لوگ ارتداد اختیار کرتے ہیں وہ چونکہ پہلے ہی کمزور ایمان والے ہوتے ہیں۔ الٰہی سلسلہ کی مخالفت اور مختلف قربانیوں کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے اس لئے وہ اس سلسلہ ہی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں شیطان کے اولیاء یعنی دوست بڑے خوش ہوتے ہیں کہ فلاں نے ارتداد اختیار کر لیا ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں قرآن کریم نے ہمیں یہ کہہ کر بڑی تسلی دی ہے۔ فرمایا یہ نہ دیکھنا کہ ایک یا دو نے ارتداد اختیار کر لیا ہے بلکہ یہ دیکھنا ان دنوں قوم نے ایمان اختیار کیا ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کی جو نصرت جماعت احمدیہ یا اسلام کو ہمہ وقت ترقی کی طرف لے جا رہی ہے اس میں کوئی رخنہ یا کمی تو واقع نہیں ہوئی۔ جو لوگ ارتداد اختیار کرتے ہیں وہ بدقسمت ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں لیکن جماعت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم نہیں ہوتی۔

دوسرے جس وقت جماعت بظاہر کامیاب ہو رہی ہوتی ہے۔ جماعت کی ترقی کی لہریں بہت اونچی اُٹھتی دُنیا کو نظر آ رہی ہوتی ہیں۔ اس وقت بھی جماعت کے بعض لوگ کمزوری دکھاتے ہیں۔ کیونکہ شیطان تو کسی وقت غافل نہیں ہوتا۔ وہ بعض لوگوں کے دلوں میں تکبر پیدا کر دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے تم نے اپنی طاقت، اپنی فراست اور اپنے ہنر سے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے۔ یہ بھی بڑے خطرے کا مقام ہے۔

غرض ہر دو مقام بڑے خطرہ کے ہیں کمزوری کے وقت شیطان سے ڈرنا یہ بھی خطرے کا مقام ہے اور طاقت کے وقت اپنے نفس کو خدا بنا لینا اور تکبر کی راہوں کو اختیار کرنا یہ بھی خطرہ کا مقام ہے۔ دراصل نہ کمزوری کے وقت شیطان سے ڈرنا چاہئے اور نہ طاقت کے وقت اپنے نفس کو خدا بنا لینا اور نہ اپنے دوستوں کو خدا سمجھنا چاہیے۔ اس حقیقت اور اس صداقت پر ہمیشہ قائم رہنا ہے کہ جہاں تک ہماری ذات کا تعلق ہے ہماری حیثیت مردہ کیڑے کے برابر بھی

نہیں ہے۔ اگر ہم کچھ ہیں تو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہیں اگر اس کا فضل اور رحمت ہمارے شامل حال نہ ہو تو ہم کچھ بھی نہیں۔ پھر تو ہمارا دشمن بڑی آسانی کے ساتھ ہمیں پاؤں کے نیچے اسی طرح مسل سکتا ہے جس طرح افریقہ کا وحشی بھینسا جب غصہ میں آتا ہے تو وہ اپنے دشمن کو اس طرح لتاڑتا ہے کہ اس کی ہڈیوں تک کو پیس کر ذرّے ذرّے بنا کر مٹی میں ملا دیتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت میرے اور تمہارے شامل حال نہ ہو اللہ تعالیٰ کا سہارا اور مدد حاصل نہ ہو تو اس وقت جب تم میں سے بعض لوگ بڑے فخر سے اپنی گردنیں اُٹھا رہے ہوتے ہیں اس وقت بھی دشمن میں اتنی طاقت ضرور ہوتی ہے کہ وہ اس وحشی بھینسے کی طرح ہمارے گوشت اور ہڈیوں کا قیمہ بنا کر مٹی میں ملا دے اور پھر ہوا کا جھونکا آئے اور اس غبار کو اُڑا کر لے جائے۔ پس یہ بھی خطرہ کا مقام ہے اس سے بھی جماعت کو بچنا چاہئے۔

اب مثلاً گذشتہ سال ڈیڑھ سال میں سیاسی میدان میں بھی اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ جن لوگوں کے ساتھ جماعت کی اکثریت تھی وہ کامیاب ہو گئے۔ لیکن اگر کوئی احمدی یہ سمجھتا ہے کہ اب ہم کامیاب ہو گئے ہیں اب ہم کچھ بن گئے ہیں تو یہ اس کی بڑی حماقت ہوگی۔ بعض دفعہ لوگ میرے پاس بھی آجاتے ہیں کہ سفارش کر دیں مجھے اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے اور مجھے ان پر بڑا غصہ آتا ہے۔ اسلام کے ذریعہ اور اب اسلام کے عظیم روحانی جرنیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ تمہیں خدا اور اس کی صفات سے روشناس کیا گیا ہے۔ مگر اس کے باوجود تم خدا کو چھوڑ کر سفارشوں کی طرف متوجہ ہوتے ہو۔ اس لئے کہ سیاسی میدان میں بظاہر ایک چھوٹی سی فتح تمہیں حاصل ہو گئی ہے۔

ایک احمدی کا یہ مقام نہیں ہے اُسے خود خدا تعالیٰ کو قاضی الحاجات سمجھنا چاہئے اور جو غیر ایسا نہیں سمجھتے ان کو سمجھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ہرسہ شیخ کے ایک بڑے زمیندار تھے۔ اُن کے آباؤ اجداد میں ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں یہ ان کی اولاد میں سے تھے۔ وہ روحانی طور پر بزرگ، یہ جسمانی اور دُنیوی طور پر زمینوں والے تھے۔ وہ جوان کے بزرگ تھے ان کی قبر پر چڑھاوے بھی چڑھتے تھے اُنہوں نے کچھ مجاور رکھے ہوئے تھے ان سے یہ اپنا حصہ لیا کرتے تھے۔ گاؤں میں ایک دوسرے کے

ساتھ دشمنیاں ایک عام بات ہے۔ چنانچہ ان کے دشمنوں نے مجاوروں کو اُکسایا تو اُنہوں نے ان کو حصہ دینا بند کر دیا۔ نوبت مقدمہ تک جا پہنچی۔ چنانچہ ان کا مقدمہ جب سیشن جج تک کی عدالت میں گیا تو وہ ایک دن میرے پاس آ گئے کہ آپ میری سفارش کریں۔ میں نے اُن سے کہا ہم آرام سے قادیان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہاں سے اُکھاڑ کر ربوہ میں اس لئے آباد نہیں کیا کہ تمہارے پاس پہلے ایک سو سفارشی تھا تو اب ایک سو ایک ہو جائے۔ تمہیں تو سفارش کروانے کی گویا عادت پڑی ہوئی ہے ہم تو کسی اور مقصد کے لئے تمہارے علاقے میں بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کو توحید باری تعالیٰ کے متعلق مختصراً بتایا اور کہا دعا کرو خدا تعالیٰ پر توکل رکھو یہ نہ کہو کہ ہمیں حصہ ملے بلکہ اُس کے حضور دعا کرو کہ اگر ہمارا حق ہے تو ہمیں مل جائے مگر وہ کہاں سمجھنے والے تھے وہ تو توحید حقیقی کو پہچانتے ہی نہیں۔ مَیں بڑا تنگ آیا۔ آخر میں نے اُن سے کہا آپ لکھ کر دے جائیں۔ جو کچھ مجھ سے ہو سکا میں کروں گا۔ اُنہوں نے مجھے ایک کاغذ پر لکھ کر دیا۔ میں نے دعا کی کہ اے خدا! اگر ان کا حق ہو تو مل جائے اور اگر نہیں تو نہ ملے۔ تجھے اصل حقیقت کا پتہ ہے مجھے تو اس کا علم نہیں ہے۔

اب اس مقدمہ میں مجاوروں پر وہ اپنا حق فائق سمجھتے تھے ہمارے نزدیک نہ تو کسی مجاور کا حق ہے اور نہ کسی اور کا۔ بہر حال مقابلہ مجاوروں اور ان کے درمیان تھا اور چھ سات دن کے بعد جج نے فیصلہ سنانا تھا۔ خیر وہ چلے گئے جس دن جج نے فیصلہ کرنا تھا اس سے ایک روز پہلے پھر میرے پاس آ گئے۔ (یہ کالج کے زمانہ کی بات ہے اُس وقت میں کالج کی کوٹھی میں رہتا تھا) مجھے اطلاع ملی تو میں بڑا گھبرایا۔ کیونکہ ہم ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں جو اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے ٹال دیتے ہیں۔ میں نے سوچا اگر میں نے سچی بات کہہ دی تو ان کو تکلیف ہوگی۔ مَیں سوچ ہی رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا جواب سمجھا دیا میں باہر نکلا اور کہا چوہدری صاحب! آپ نے خواہ مخواہ تکلیف کی جس کو میں نے کہنا تھا کہہ دیا ہے میرا مطلب تھا خدا تعالیٰ سے میں نے کہنا تھا سو وہ میں نے کہہ دیا ہے۔ خیر وہ یہ جواب سُن کر چلے گئے میں تو اپنے کام میں مشغول رہتا تھا۔ مجھے یاد ہی نہ رہا، چند دن کے بعد مجھے کسی دوست نے بتایا کہ فلاں صاحب چنیوٹ میں مجھے ملے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ میں نے میاں صاحب کا شکریہ ادا کرنے جانا

ہے میرے حق میں فیصلہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ میرے پاس آئے۔ میں نے اُن کو بڑا سمجھایا کہ میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی تھی۔ کسی کے پاس سفارش نہیں کی تھی۔ اور یہی میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا کہ مَیں خدا سے دعا کروں گا کیونکہ وہ بڑی طاقتوں والا ہے مگر آپ یہ بات سمجھتے نہیں۔ وہ چلے گئے مگر یقین ہے کہ وہ میری بات کو جھوٹا سمجھے ہوں گے اور کہتے ہوں گے اُنہوں نے سفارش تو ضرور کی ہے مگر یہ بتانا نہیں چاہتے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسلام کے ذریعہ تم نے خدائے رحمان کو پہچانا ہے تو کیا پھر اس کے بعد بھی تم کسی اور پر توکل کرو گے؟ کیا اس کے علاوہ کسی اور ہستی کی خشیت تمہارے دل میں پیدا ہو گی یا نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ خواہ ہمارے اوپر بظاہر کمزوری کا دور آئے اور مخالفت کی آندھیاں چلیں اس صورت میں بھی ہم نے اس بات سے نہیں ڈرنا کہ شیطان جیتے گا اور خدا تعالیٰ کے وعدے پورے نہیں ہوں گے۔ خدا تعالیٰ کے وعدے ضرور پورے ہوں گے خدا تعالیٰ نے ہمیں ہلاک کر دینے کے لئے نہیں پیدا کیا۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں زندہ رہنے کے لئے پیدا کیا ہے۔

ہماری جماعت دوسروں کی روحانی مُردنی کو دور کرنے کے لئے معرضِ وجود میں آئی ہے دُنیا میں کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا اور دُنیا کی کوئی ایسی طاقت نہیں جو ہمیں بحیثیت جماعت مٹا سکے۔

خوف کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم خدا کے عاجز بندے ہیں اور اسے اپنا دوست رکھتے ہیں۔ یہ تو شیطان کے دوست ہیں جن کے دل میں شیطانی وساوس کے نتیجہ میں غیر اللہ کی خشیت پیدا ہوتی ہے ہم خدائے رحمان کے عاجز بندے ہیں۔ ہم نے اس کا دامن پکڑا ہے پس جب اس کی عظمت اور جلال ہمارے سروں پر سایہ فگن ہے تو شیطان کی کیا مجال ہے کہ وہ ہم پر کوئی وار کرے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہیں تو شیطان کے تیر ہم تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس طرح جب ہم پر کامیابی کا وقت آئے تو اس وقت تکبر بالکل نہیں کرنا۔ خدا کے دامن کو ہرگز نہیں چھوڑنا۔

پس چاہئے کہ تم عاجزانہ راہوں کو اختیار کرو۔ تا رحمان خدا تم سے پیار کرے۔ اگر تم نے

یہ سمجھا کہ ہم کچھ بن گئے۔ ہماری طاقت بڑھ گئی۔ ملک میں ہمارا بھی کوئی اثر ورسوخ پیدا ہو گیا تو تم مارے گئے۔ تم نے اسی دن اپنی ہلاکت کے سامان پیدا کر لئے لیکن اگر ہم بحیثیت جماعت اللہ کے دامن کو عسر اور یسر ہر دو حالتوں میں پکڑے رکھیں ۔ نہ ایک وقت میں بزدلی کمزوری اور سستی دکھائیں نہ دوسرے وقت تکبر اور انانیت کا مظاہرہ کریں بلکہ ہر دو حالتوں میں کامل اطمینان اور کامل تقویٰ اور کامل توکل اور کامل تذلل اور کامل انکسار کا مظاہرہ کریں تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنی رحمت سے ہم سے بھی جو کام لینا چاہتا ہے وہ اپنے وقت پر لے گا۔ یہ خدا تعالیٰ کے وعدے ہیں جو ایک نہ ایک دن ضرور پورے ہوں گے۔ اگر خدانخواستہ ہم اپنی ذمہ داریاں نہیں نباہیں گے تو اللہ تعالیٰ ایک اور قوم پیدا کرے گا جو ان ذمہ داریوں کو پورا کرے گی اور اسلام کو شاہراہ غلبہ پر آگے سے آگے لے جائے گی۔ خدا کرے کہ یہ سعادت ہمارے نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقل وسمجھ عطا کرے اور ہمیں غلبۂ اسلام کی راہ میں جان ومال کی قربانی دینے کی بیش از پیش توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمانوں کو پختہ کرے۔ خدائے رحمان سے ہمارا تعلق اتنا مضبوط ہو جائے کہ دُنیا کی کوئی طاقت اُسے قطع نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنی محبت کو اس طور پر اس قدر اور اس رنگ میں بھر دے کہ لِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ کا جو وعدہ ہے اس کے نظارے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگیں۔ خدا کے پیار کا سلوک ہمیشہ ہمارے شامل حال رہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۴؍نومبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۱ تا ۶)